ردائے شب پر ستارہ جھلمل



احمد سجاد بابر

احمد سجاد بابر کا کلام اور افسانہ میری نظروں سے گزر چکا ہے اور میں ان کی تاب تحریر کا دل سے قائل ہوں۔ ان کا یہ شعری مجموعہ جس میں حمد باری تعالیٰ پیش کی گئی ہیں، پڑھ کر خوشگوار مسرت کا سامنا ہے کہ انہوں نے بڑی خوب صورتی اور مہارت کے ساتھ اللہ رب العزت سے اپنی وفاداری کا اظہار کیا ہے، اس کی بے کراں نعمتوں کا شکریہ ادا کیا ہے اور بین السطور اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے معافی بھی مانگی ہے۔ ان کی اس کوشش کی جتنی بھی تعریف کی جائے، بہت کم ہے۔ ویسے بھی اردو ادب میں حمدیہ مجموعے گنی چنی تعداد میں شعرا کے ہاں ملتے ہیں۔ ان میں یہ مجموعہ ایک بہترین اور قد آور اضافہ ثابت ہونے جا رہا ہے۔

احمد سجاد بابر کے ہاں روایت سے جڑی ہوئی جدید قدریں بھی موجود ہیں، قواعد وضوابط کا احترام بھی دیکھا جاتا ہے اور بات سے بات نکالنے کا حسن بھی۔ انہوں نے قرآنی آیات کے الفاظ کو من وعن استعمال کر کے اپنے کلام کو نیا حسن بخشا ہے جو قاری کو یقیناً بہت پسند آئے گا۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت احمد سجاد بابر کے ہنر کو مہمیز کرے اور اس کے لیے دنیاوی و اخروی مسافتوں میں آسانیاں پیدا فرمائے۔ (آمین)

سہیل ثاقب
(شاعر و ادیب)
دمام (سعودی عرب)

بسم الله الرحمن الرحيم

لَا اُحصی ثنا مولا

(میرے مالک میں تیری تعریف سے قاصر ہوں)

ردائے شب پر ستارہ جھلمل

احمد سجاد بابر

اُردو سخن

اسٹاکسٹ: مکتبہ فکرو دانش، الحمد پلازہ، اردو بازار۔ لاہور۔ فون: 0302-7844094

ردائے شب پر ستارہ جھلمل

احمد سجاد بابر

لودھراں (پنجاب۔پاکستان)

موبائل نمبر:0300-7029995

ای میل: hns_jheel@yahoo.com

اُردو سخن

استحقاق: تمام تصرفات ''اردو سخن'' کی تحویل میں ہیں

ناشر: اردو سخن ڈاٹ کام، پاکستان

نمودِ اول: دسمبر 2014ء

کمپوزنگ: شہریار

سرورق: ناصر ملک

طباعت: شیر ربانی پریس، ملتان

قیمت: 300 روپے (20 یورو، 25 ڈالر)

اُردو سخن

آرٹ لینڈ، گرلز کالج روڈ، چوک اعظم۔فون:0606-372557

اسٹاکسٹ: مکتبہ فکرو دانش، الحمد پلازہ، اردو بازار۔لاہور۔فون:0302-7844094

urdusukhan@hotmail.com www.urdusukhan.com

انتساب

اپنے مہرباں والدِ محترم

کنور نشاط احمد

کے نام

وہ سایہ، بادل
مثالِ چھت تھا!!
جُدا ہوا تو
پتہ چلا پھر
ہے دھوپ کتنی

ہیں رستے کیسے!!

وہ دستِ شفقت

ہمارے سر پر نہیں رہا تو

پتہ چلا پھر

زمانہ کیا ہے!!

ہیں لوگ کیسے!!

مگر یہ شاید اُسے پتہ تھا۔۔۔!!

تبھی تو ہم کو

وہ اتنا گہرا اُگا گیا تھا

کہ بادو باراں

ہوائے پاگل میں سر اٹھائے

ابھی تلک ہم

کھڑے ہوئے ہیں!!

ڈٹے ہوئے ہیں!!

تقسیم

''ردائے شب پر ستارہ جھلمل'' احمد سجاد بابر کا ارمغانِ خلوص

احمد سجاد بابر پیشے کے لحاظ سے انجینئر ہیں، تعمیرات ہو یا برقیات، فن و کرامت نُمائی کے مشینی عہد کی ترقی اپنے ریلیف اور طاقت کے حوالے سے مرعوب کرتی ہے۔لیکن جب ان سب کو پیدا کرنے والے کی بات کرنے کا ڈھنگ آجائے تو پھر یہ تصاویر فن و کرامت نُما عشقِ الٰہیٰ کی کرامت سے خود بولتی نظر آتی ہے۔۔۔۔احمد سجاد بابر نے بابِ حمد سے اپنی شاعری کا آغاز کیا ہے جبکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک توانا نثر نگار، افسانہ نگار، نقاد، فن و ادب کے رمز شناس، سیاسی، سماجی، عمرانیاتی اور ادبی بصیرت میں اپنی مثال آپ ہیں، اپنے ہمعصر اخبارات و رسائل سے قارئین میں مقبولیت کا ایک روشن پیکر رکھتے ہیں اور ہر بڑے فورم پر خود کو منوا چکے ہیں۔تخلیقی صلاحیتوں نے انہیں شاعری کے دامن گیر لمحے سے آشنا کیا ہے۔

انہیں محبوب اللہ نظر آیا جو کہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، چنانچہ اقتضائے فن اور تمنائے دل یہی ٹھہری کہ اُس عظیم خالق و مالک کا ذکر کیا جائے جو بظاہر پس پردہ ہے مگر اس کا جلوہ کائنات کی

ہر شے میں دکھائی دے رہا ہے۔احمد سجاد بابر اسی خواہش کو نہاں خانہِ دل میں سجا کر علم و ادب کی سمت متعین کر کے اس خوبصورت اور عظیم سفر کو شروع کر چکے ہیں جس میں روایت کی بجائے جدت اور نقلِ فن کی بجائے تجربے کی اہمیت کا دخل ہے۔ یہ ایک مشکل اور سخت چٹان سے تخلیقی وجود کے سر ٹکرانے کا معاملہ تھا۔مگر انہوں نے"حمد"کی شیریں کے لئے فرہاد بن کر کوہ کنی کا بیڑہ اٹھایا اور دودھ کی نہر نکال کر دکھائی اور یہ"شیریں"حمد کے مضامین و بیان کے انداز میں بطورِ ندرت ان کے حصے میں آگئی اور وہ کہہ اٹھے

میرؔ ،غالبؔ ،جگرؔ یا ہو بابرؔ
سب کی سوچیں اجالتا تو ہے

زندہ رہنے کو حمد کہتے ہیں
ایک گہنے کو حمد کہتے ہیں

قادرِ گل جمال دیتا ہے
ہم تو کہنے کو حمد کہتے ہیں

دراصل احمد سجاد بابر آغازِ سفر میں ہی اپنے اسلوب کے قطبی ستارے بن چکے ہیں۔جس کی وجہ جینئس کا وہ خانہ ہے جس میں بہت سارا علم ہے۔بس اسے خدا پرستی کی شعری تفہیم کی جانب وقار اور لطافت کے ساتھ لانا تھا۔۔۔اور وہ لے آئے!!

خدا کی تعریف ثواب کا کام ہے مگر"حمد"لکھنا تخلیقی عمل ہے جس میں بڑا مقابلہ ہے کیونکہ وحدت پرستی کئی مذاہب کا حصہ ہے،جنہوں نے مالکِ دو جہاں کی حمد لکھی،ہمیں احمد سجاد بابر اس حقیقت کا رمز شناس نظر آتا ہے

ورنہ وہ یہ شعر نہ کہتا۔

اب پہن لو الست کا چولا
اس کے پہنے کو حمد کہتے ہیں

احمد سجاد بابر کی حمدیہ شاعری کی خاص بات یہ ہے کہ ان کے ہر مصرعے میں کثرتِ مطالعہ جھلک رہی ہے، انہوں نے محض قافیہ پیمائی نہیں کی بلکہ اللہ کو سمجھنے اور کھوجنے کی کوشش کی ہے اور اس کے لئے خالص تحقیق کی ہے جس کا ثبوت ''لا تقنطو، جبل الورید، کسوۃ الکعبہ، علام الغیوب، لا احصی ثنا مولا، لیس کمثلہٗ، نحن الزٰرعون'' جیسی تراکیب ہیں، اس کے علاوہ قران مجید سے ''ساجدین، شاکرین، غابرین، خاسرین، صاغرین، صادقین'' جیسے قوافی کا چناؤ بھی ان کے تدبر اور فکر کی علامت ہے۔ ''میثاقِ الست'' کا مکمل واقعہ نظم کرنا، سورہ نور اور سورہ الاخلاص کی روشنی میں خدائے بزگ و برتر کی ہستی کا نقشہ کھینچنا ان کی فنی مہارت اور بھرے دامن کی نشاندہی ہے۔ عہدِ حاضر میں اسلام میں نظریہ وحدت کا تصور دیگر مذاہب کے مقابلے میں مختلف ہونے کی تعلیم کی ضرورت ہے یعنی عیسایئت میں ''نظریہ تثلیث'' اسی طرح دیگر مذاہب میں خدا کی تجسیم کرنے کی یہی کوشش صلیب، بت، مظاہرِ فطرت کی پرستش وغیرہ میں نظر آتی ہے، اسی لئے ان کی نظم ''وحدہٗ لاشریک'' خدا کے لا شریک، غیب اور عرش بریں کے علاوہ ہر کہیں ہونے کے غیر تجسیمی پیکر کی روشنی کا حوالہ دیتی نظر آتی ہے

اے دیارِ روشنی کے مکیں
لیس کمثلہٖ کے نگیں
تجھ سا کوئی ممکن نہیں
اے خالق آسمان وزمیں

احمد سجاد بابر نے اپنی شاعری میں قوافی، ردیف اور ہیئت نظم میں تجربات کر کے شاعری کو نئی لطافتوں سے جس کامیابی سے ہمکنار کیا ہے، وہ نئے عہد کی ''حمد'' کے خدوخال اجاگر کر رہی ہے کہ عظیم اور واحد متقابلہ صفات کی مالک ہستی کی حمد کہیں تو وہ نظر بھی آجائے

پرودگارِ دو عالم ساجدین میں رکھنا
اے محیطِ کُل! مجھ کو شاکرین میں رکھنا

وہ خالق کائنات کی متقابلہ و متضاد صفات کو حمد میں یوں بیان کرتے ہیں۔

اُسے میں نے ستارے کی طرح دیکھا
کبھی اُس کو شرارے کی طرح دیکھا

گویا وہ عظیم خدا القہار بھی ہے اور الرحمٰن بھی۔۔۔۔۔۔"معراج" کے مضمون ک بیان کرنے والے حمدیہ شعر دیکھئے۔

وہ نُورِ کُل جو آنکھوں سے پیمبرؐ نے
بُلانے پر سپارے کی طرح دیکھا

ایک اور بات جو احمد سجاد بابر کی شاعری میں انفرادیت کی حامل ہے، وہ یہ کہ حمدیہ اشعار میں حرف "تُو" حمد کی ایک مستقل ردیف ہے، کہیں کہیں انہوں نے ذاتِ ربانی کو جمع متکلم یعنی "تُم" سے مخاطب کیا ہے۔

تمھی آکے بچاتے ہو نشانے سے.
اُٹھی تلوار پہ غالب تمھی تم ہو

اپنی دھرتی اور وسیب سے تعلق کا اظہار عشقِ الہیٰ میں یوں کرتے ہوئے ردیف "سائیں" کو نبھاتے ہوئے روایت کا حسین انداز اپناتے ہیں۔

اب بھی سقراط ہے پسِ زنداں
زہر پیالے میں ڈال دے سائیں
مجھ کو اپنے حصار میں رکھ کر
بس تو رزقِ حلال دے سائیں

عشق کی انتہا پر "من و تو" کے لمحے آتے ہیں مگر احمد سجاد بابر ایک موحد کے مقامِ معین پر موجود

رہتا ہے تا کہ عشق جوازِ عبودیت کو نہ لے جائے اور محبت بھی اپنی تفہیم کا انداز نبھائے۔ یہ نیک ساعت ''عشق'' میں نمائش کے روایتی مقام سے ہٹ کر موحّد کے مقام پر رہنے کی ہنر مندی ہے۔ حمد میں اس کی جا بجا ضرورت پڑتی ہے۔ یہ سوال بن کر جذبے میں انگڑائی لیتی ہے۔ جس کا شعری رنگ و آہنگ میں ظہور، کامل جواب ہوتو احمد سجاد بابر کی حمدیہ شاعری کے سفر سے ہمیں آگاہ کرتی ہے۔ اشعار دیکھئے۔

وہ رب غنی، خواجہِ لولاک ہے جو
عرش پر بیٹھا ہے ہر ایک زمانے کے لئے

میرے پیچھے مری ماں کی دعائیں ہیں
مجھے ہر پل خدا محفوظ رکھتا ہے

مجھ کو خدا اگر بام پہ رکھ دے
کیسے ہرائے، مات ہے قاصر

''حمد'' کی روایت میں میرؔ و سوداؔ کے بعد خواجہ میر درد، امیر مینائی، الطاف حسین حالی، حفیظ جالندھری، علامہ اقبال، محسن کاکوری اور اس عہد کے بعد عہدِ حاضر کے کئی معتبر اسمائے گرامی ہیں، ورنہ اکثر شعرائے کرام نے غزل کے حسن سے متاثر ہو کر اور نظم کے ردھم کی جولانی میں اپنی فکری، نظری کاوش کو سپردِ قلم کیا ہے۔ اللہ جیسی عظیم ہستی، مالکِ کون و مکان، مالک کُن فکاں کی تعریف کسی کسی کے حصے میں آئی ہے۔ احمد سجاد بابر بھی اسی عہد میں سانس لے رہے ہیں۔ انہیں بھی غزل و نظم کے مجازی حسن نے اپنی جانب ضرور کھینچا ہوگا مگر انہوں نے حسنِ حقیقی کے عشق میں رطب اللسانی کو مشق سخن بنا کر اپنے شعور کے کامل ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ محبتِ خدائے بزرگ و برتر کے لئے ان کا اضطراب، لگن اور شعری تخلیق کا فن بلاشبہ حیرتوں کا عالم لئے ہوئے ہے۔ پھر ان کی حمد نگاری

خالی خولی روایتی حمد نہیں ہے بلکہ ردیف قافیے سے لے کر مضامین تک جدت طرازی کی آئینہ دار ہے۔انھوں نے نظم میں عصرِ حاضر کے مسائل کی آگہی اور بصیرت کے ساتھ طلبِ نصرتِ خداوندی کے لئے جو استغاثہ بلند کیا ہے وہ بھی ان کی حمدیہ روایت میں جوازِ جدت کی طرح موجود ہے۔ ردیف کے حوالے سے ان کی حمد کے اس آہنگ و رنگ کی کچھ مثالیں دیکھئے۔

مرا ہم سفر، گُل سُرمگیں، ہے یہیں کہیں
وہ دعائے شب، وہ فلک نشیں، ہے یہیں کہیں

کچّے آنگن بیٹھی بیٹھی روتی ہے
چُنی اُس کو بھیجو دھانی یا اللہ

بابر چلو کہ مانگتے ہیں احترام سے
اک گوشہ عرشِ بریں، حبل الورید سے

روشنی کا جہاں، کسوۃ الکعبہ ہے
تیرگی میں عیاں، کسوۃ الکعبہ ہے

المختصر، احمد سجاد بابر کی حمدیہ کتاب "ردائے شب پر ستارہ جھلمل" غزل کے پیکر میں کہی گئی وہ خوبصورت اور دل آویز شاعری کا ارمغان ہے جو حمد کے پاکیزہ اکناف واطراف میں عبودیت کے اعتراف سے مزّین داخلی کیفیتوں کے ساتھ ساتھ حسیّاتی و مشاہداتی منظر ناموں سے پُر ہے۔ان کے اس حمدیہ مجموعہ میں اخلاص، محبت اور بصیرت و بصارت کے علاوہ فنی پختگی بھی دکھائی دیتی ہے جو انہیں کشاں کشاں ارتقائے فن کی طرف لے جا رہی ہے۔آخر میں ان کی حمدیہ نظم کے آخری حصے پر اپنے مضمون کا اختتام کرتا ہوں، خدائے حرف وصوت انہیں کامرانی سے ہمکنار فرمائے۔آمین

دورِ حاضر کے سینے جو سنگلاخ ہیں

ہاں انہی کے لئے

اب کوئی اور ہی ایسی اُترے قسم

کہ پہاڑوں کا سینہ دہلنے لگے

میرے سینے کا لاوہ پگھلنے لگے

اے خدائے مکاں!!

پاسبانِ زماں!!

خورشید بیگ میلسوی

(قومی سیرت ایوارڈ یافتہ)

خود احتسابی

میں ایک شاعر
میں لکھنے والا
حروف و معانی کی نزمگی کو پرکھنے والا
وہ خال و خط کے سبھی فسانے
جو میں نے لکھے
بدن کی قوسوں کے تذکرے
جو قلم سے پھوٹے
ہجومِ یاراں کی صحبتوں میں جو دن گزارے

سطر سطر جو بکھر گئے تھے!!

وہ اک اچٹتی نگاہ کسی کی

مری غزل کا خیال ٹھہری

وہ اک تپش جو مرے سخن کا بیان بن کر

کمال وفن کی معراج ٹھہری!!

تو میں نے سوچا کتاب لکھوں

گئے دنوں کا حساب لکھوں

میں زندگی کا حساب کرنے

جو رک کے بیٹھا

تو میں نے سوچا غزال آنکھوں کا تذکرہ ہو

جمالِ رُخ پر میں کچھ لکھوں گا

میں لکھنے بیٹھا تو میرے آگے

جہانِ حیرت کے سلسلے تھے

خطائے انساں کے جمگھٹے تھے

عطائے ربّی کے سلسلے تھے!!

وہ کون ہے جو مری خطا کو جھٹک رہا ہے؟

وہ کون ہے جو عطا سے جھولی کو بھر رہا ہے؟

وہ کون ہے جو مرے فہم کو اجالتا ہے؟

جو گر پڑوں تو مجھے اٹھا کر سنبھالتا ہے؟

جو مشکلوں سے ہمیشہ مجھ کو نکالتا ہے۔۔۔!!
عمل سے خالی کتابِ رفتہ کے سارے صفحے
سوالی بن کر کھڑے ہوئے تھے۔۔۔!!
یہ پوچھتے تھے
میں خیر و شر کی آویزشوں میں
کہاں کھڑا ہوں؟
وہ سب قبیلے دوامِ شب کے جو ہم نوا تھے
وہ اب کہاں ہیں؟
تو میں نے سوچا کہ آج تک کا مرا سفر تو
کسی بگولے پہ پاؤں رکھے ہی کٹ رہا تھا
مدارِ ہستی سے ہٹ رہا تھا۔۔۔!!
میں آئینوں میں سمٹ رہا تھا۔۔۔!!
مرے فہم نے جوازِ ہستی طلب کیا تو
جھکی نگاہ اور ہاتھ خالی
یہی اثاثہ تھا پاس میرے!!
خمارِ دنیا میں ایسا الجھے کہ بھول بیٹھے
ہمیں فنا ہے، تمہیں فنا ہے، اُسے بقا ہے!!
میں رائیگانی کے سب دنوں کو جھکی نگاہ سے کنگھالتا ہوں
یہ سوچتا ہوں!!

کہ ایسا لکھوں کہ میرا خالق اُسی صلے میں
اشارہ کر کے مجھے کہے کہ
سنو اے شاعر!!
حروف و معانی کا یہ تسلسل
مجھے پسند ہے۔۔۔!!!

احمد سجاد بابر
ڈانوراں (لودھراں)
(جاتے نومبر کی ایک خنک شب)

ازل سے پہلے، ابد سے آگے، وہی کھڑا ہے، وہی کھڑا تھا
وہ نورِ کُل ہے، وہ ماہِ کامل جو جنگلوں میں مجھے ملا تھا

خدائے کون و مکان ہے وہ، پرِ شکستہ کی جان ہے وہ
اُسی جگہ پر تھا ہاتھ تھاما، جہاں جہاں پر میں گر پڑا تھا

بپھرتی موجوں میں تھا سفینہ، سبھی کے چہرے اُتر چکے تھے
ستارہ بن کے جو آن پہنچا، کوئی نہیں وہ مرا خدا تھا

افق پہ جاتے پرندے کیسے دھنک رتوں کا سراغ کھوتے
ستارگاں کی چمک میں بیٹھا چراغ رستہ دکھا رہا تھا

خدائے برتر کے سامنے جب، لرزتے قدموں ڈرا ڈرا سا
میں کوہِ عصیاں لئے جو پہنچا، درِ معافی کھلا ہوا تھا

تری تھپک نے سنبھالا اُس کو، وگرنہ بابرؔ اندھیری شب میں
زمین زادہ فلک سے آتے، نئے سفر میں بھٹک چلا تھا

مرا خدا ہے

رُتوں کے آنچل میں کون ہے جو گلاب رُخ کو نکھارتا ہے؟

مرا خدا ہے

کمالِ فن سے ردائے شب پر ستارے جھلمل جوٹانکتا ہے

مرا خدا ہے

جو اوس قطروں کے صاف دل میں شعاعِ روشن اُتارتا ہے

مرا خدا ہے

صدف کے باطن میں کون ہے جو قبائے بے رنگ اُجالتا ہے

مرا خدا ہے

غلافِ شب سے نکال سورج، یہ کون اُس کو اچھالتا ہے

مرا خدا ہے

یہ کس کے ہاتھوں نظامِ گُل ہے؟ یہ کون رنگوں کو کاڑھتا ہے؟

مرا خدا ہے

جو خوش گُمانی کے واہمے کو یقین صورت میں ڈھالتا ہے

مرا خدا ہے

یہ کون ہے جو عروسِ ہستی کی زلفِ برہم سنوارتا ہے؟

مرا خدا ہے

جو مرے سر پہ ہے سائباں کی طرح
چار سُو، چار سُو آسماں کی طرح

ہر طرف عکس ہیں اُس ہنر کار کے
حجرۂ عمر میں داستاں کی طرح

خالق گُل جہاں معتبر کیجئے
میں کہانی میں ہوں رائیگاں کی طرح

نیلگوں پانیوں پہ اُسی کے سبب
کشتیاں ہیں رواں کارواں کی طرح

میرے دل میں تری رحمتوں کے دیے
ضَو فشاں ہیں کسی آستاں کی طرح

چاہیے آپ کی روشنی، رہبری
تا ابد مشعلِ جاوداں کی طرح

مرا ہم سفر، گُلِ سُرمگیں، ہے یہیں کہیں
وہ دعائے شب، وہ فلک نشیں، ہے یہیں کہیں

کبھی آسماں کے فُسوں سے ہے وہ پکارتا
کبھی دل کی اوٹ میں جا گزیں، ہے یہیں کہیں

کسی سبز پیڑ کے سائے میں اسے ڈھونڈنا
سرِ رنگ و بو جو ملا نہیں، ہے یہیں کہیں

اسی آگ میں مرے جان و تن کی نمود ہے
وہ چراغِ شب، گھنا آتشیں، ہے یہیں کہیں

کبھی چاند بن کے طلوع ہوا سرِ آسماں
کبھی شام رت میں تھا احمریں، ہے یہیں کہیں

پیاس والوں کو اب تو پلا، ساقیِ تشنہ گاں
فاصلوں کو ذرا اب مٹا، ساقیِ تشنہ گاں

آج تک خواہشوں کے جنوں میں بھٹکتے رہے
زندگی کا ملے کچھ پتہ، ساقیِ تشنہ گاں

جب کبھی چیخ کر تجھ کو آواز دی "خالقا"
تو بہت پاس ہی سے ملا، ساقیِ تشنہ گاں

ننگے پاؤں سدا ریت پر ہم یوں چلتے رہے
روح سے خون بہتا رہا، ساقیِ تشنہ گاں

دشتِ خواہش میں اب تک گھنی رات ہے مہرباں
بھیج دے نور کا قافلہ، ساقیِ تشنہ گاں

تیرے در پر ہے بابر کھڑا، تیرگی کا ڈسا
اُس کا مقسوم کر اک دیا، ساقیِ تشنہ گاں

وہ اک ستارہ سرِ آسماں

میں رت جگوں میں جو پلکیں جھپکوں
تو اک ستارے کو سر پہ دیکھوں
وہ اک ستارہ جو جانے کب سے ہے ساتھ میرے
وہ اک ستارہ کہ تیرہ شب میں
مرے اندھیروں کو اس طرح سے اجالتا ہے
کہ چار جانب سے میرے تن کی تمام کالک اتارتا ہے
نکھارتا ہے!!

میں شب گزیدہ

میں تیرگی کا ازل سے رسیا

میں بھاگتا ہوں

میں چیختا ہوں

میں ہانپتا ہوں

میں کالے غاروں کی کالی تہہ میں پناہ لینے کو دوڑتا ہوں!!

مگر وہ تارہ مرے عقب میں چلا ہی آئے، چلا ہی آئے!!

یہ کھیل جانے ہے کب سے جاری!!

کہ اک ستارہ اندھیری شب میں کبھی نہ مجھ کو اکیلا چھوڑے

وہ اک ستارہ جو جانے کب سے ہے ساتھ میرے!!!

تو میرا استارہ ہے، لَاُ اُحصی* ثنا مولا
طوفاں میں کنارہ ہے، لَاُ اُحصی ثنا مولا

گر آئے بلانے پر، رستہ وہ دکھانے پر
تو واضح اشارہ ہے، لَاُ اُحصی ثنا مولا

رم جھم میں دعاؤں کی، وہ چھم سے چلا آئے
جب اس کو پکارا ہے، لَاُ اُحصی ثنا مولا

میں سر پہ گناہوں کی گٹھڑی کو لئے بولا
تو داتا ہمارا ہے، لَاُ اُحصی ثنا مولا

اس دل پہ خزاؤں کا ہر جا کہ تصرف تھا
تو نے ہی نکھارا ہے، لاَ اُحصی ثنا مولا

بھٹکی ہوئی کشتی کا، اس گہرے سمندر میں
تو ہی تو مِنارہ ہے، لاَ اُحصی ثنا مولا

* میں تیری تعریف سے قاصر ہوں

خبیرِ جان، علّامُ الغیوب* ہے اللہ
وہ جاوداں، علّامُ الغیوب ہے اللہ

وہ رائیگانی میں سب کا مان رکھتا ہے
اے بدگمان، علّامُ الغیوب ہے اللہ

خمارِ شب میں سپنوں کو وہ بانٹنے والا
وہ بے کراں، علّامُ الغیوب ہے اللہ

ازل کے دن سے اب تک ہے وہ آسرا میرا
وہ سائبان، علّامُ الغیوب ہے اللہ

وہ لوحِ جان پہ لکھتا ہے لفظوں کو بابر
کہ مہربان، علّامُ الغیوب ہے اللہ

*سب کچھ جاننے والا

دوہے

دھرتی اور آکاش کے بیچ بکھرے کتنے سوگ
من بھیتر سے داتا میرے، چن لے سارے روگ

تن کا میرا تونبا باجے گاوے تیرے راگ
نام ترے کے جاپ سے داتا، جاگیں سارے بھاگ

نیل گگن پر چندا بھیتر داتا تیرا روپ
بالی دانے سونا کردے داتا تیری دھوپ

آشاؤں کی ہاٹ پہ داتا گات کی ماٹی بکتی
من مورکھ کو میرے سجنا اب تو دے دے مکتی

ساون بھادوں برکھا برسے، جھولی میں سو چھید
ٹن کلمے کے سوہنے داتا، رکھنا میرے بھید

بھیگی ہوئی سی شام میں اس کا ہی عکس ہے
یہ حسنِ لالہ فام میں اس کا ہی عکس ہے

جس نے پرو دیئے ہیں یہ تاروں کے جمگھٹے
نورِ چراغِ بام میں اس کا ہی عکس ہے

پرتو اسی کے حسن کا سرو و سمن میں ہے
گلشن کو جاتے گام میں اس کا ہی عکس ہے

نامِ خدا جو آئے لبوں پر تو جی اٹھوں
زم زم ڈھلے اس نام میں اس کا ہی عکس ہے

آنکھوں کو لا کے دو میاں کعبے کی اک جھلک
آنکھوں کے تشنہ جام میں اس کا ہی عکس ہے

بابر تمہارے عشق میں گرچہ کمی سی ہے
لیکن خیالِ خام میں اس کا ہی عکس ہے

مجھے کر نہ دینا تو در بدر، مرے کوزہ گر
ہے یہ التجا مرے چارہ گر، مرے کوزہ گر

کسی روشنی کے حصار میں ذرا بھیجنا
مرے دل کو پھر سے تو چاک پر، مرے کوزہ گر

مجھے فاصلوں نے تھکا دیا، مرے کبریا
پھروں خود سے ہو کے میں بے خبر، مرے کوزہ گر

وہ نگاہ مجھ پہ بھی ڈال دے تو قریب سے
جو نگاہ سب سے ہے معتبر، مرے کوزہ گر

کہ سیارچہ ہوں مدار سے میں ہٹا ہوا
کہیں کھو گیا ہے مرا سفر، مرے کوزہ گر

میں چراغِ شب کے شرار کا ہوں جلا ہوا
تو اجال دے مرے بال و پر، مرے کوزہ گر

یہ سجاد بھی ہے شکستہ پا، یہ تھکا ہوا
کہ کھڑا ہے کب سے لہو میں تر، مرے کوزہ گر

افلاک کے چہرے پہ صدیوں کی کہانی ہے
لولاک کے ماتھے پہ تیری ہی نشانی ہے

جھرنوں میں جو نغمہ ہے، تیرا ہی تکلم ہے
اس وقت کی لہروں میں تجھ سے ہی روانی ہے

مجھ خاک کی مُٹھی کو اُس میں تو ملا دینا
جو چاند کی مٹّی پہ بستی سی بسانی ہے

نمناک سی آنکھوں نے سجدے میں کہا رو کر
ہو اذن مرے مولا، اک عرض سنانی ہے

والحمد کے موتی میں، والناس کے شیشے میں
الہام کی بارش ہے، سب کو جو دکھانی ہے

کب سے ترے در پر ہے، بد حال ترا بابرؔ
الفاظ کی مدحت سے تصویر بنانی ہے

سرِ فلک ہے جاگتا، مرا خدا
خُمارِ شب سے ماورا، مرا خدا

مری طلب، مری دعا، مری زباں
مرا خُدا، مرا خدا، مرا خدا

بساطِ جاں تھی منتشر، تو یہ ہوا
نگارِ جاں سجا گیا، مرا خدا

یوں تیرگی کے خوف کو جھٹک دیا
وہی تو ہے مرا دِیا، مرا خدا

قریب سے وہ سن رہا مری صدا
بصیر ہے، سمیع بڑا، مرا خدا

حلیم ہے، خبیر ہے، حسیب ہے
مرے دکھوں سے آشنا، مرا خدا

وہ نور ہے زمین و آسمان کا
کہ جاوداں ہے باخدا، مرا خدا

جہاں جہاں بھٹک گیا میں ناتواں
وہیں وہیں تھا رہنما، مرا خدا

میں جب کبھی پکارتا ہوا چلا
اسی جگہ مجھے ملا، مرا خدا

شب زدوں کو اُجالتا تُو ہے
گر پڑوں تو سنبھالتا تُو ہے

جگنوؤں کو دیے کی لو دے کر
صبحِ روشن نکالتا تُو ہے

طاقچے میں چراغ کے سر سے
ان ہواؤں کو ٹالتا تُو ہے

پتھروں میں تو رزق دیتا ہے
لَم یَزَل، سب کو پالتا تُو ہے

ابرِ باراں سے قیمتی موتی
سیپ کے من میں ڈالتا تُو ہے

اے ستاروں کو ٹانکنے والے!
چاند کو بھی اچھالتا تُو ہے

اے مرے کُوزہ گر، خذف ریزے
آبگینوں میں ڈھالتا تُو ہے

سوکھی شاخوں پہ پھول کھل جائیں
اک نمو ان میں ڈالتا تُو ہے

میرؔ، غالبؔ، جگرؔ یا ہو بابرؔ
سب کی سوچیں اجالتا تُو ہے

زندہ رہنے کو حمد کہتے ہیں
ایک گہنے کو حمد کہتے ہیں

قادرِ گُل جمال دیتا ہے
ہم تو کہنے کو حمد کہتے ہیں

اُس کی رحمت پہ اشک بہتے ہیں
اشک بہنے کو حمد کہتے ہیں

بندگی میں قبول ہیں پتھر
غم کے سہنے کو حمد کہتے ہیں

اب پہن لو اَلَست ٭ کا چولا
اس کے پہنے کو حمد کہتے ہیں

٭ اللہ تعالیٰ اور ارواح عالم کے درمیان اطاعت کا وعدہ

کٹ جائے گا اک دن سفر، لاتقنطُو*
گر پاس ہے عزم ہُنر، لاتقنطو

ہے نعرۂ شمس و قمر، لاتقنطو
ہے مالکِ جن و بشر، لاتقنطو

کردے عطا اے کبریا رحمت تری
کہتے ہیں سب اہلِ نظر، لاتقنطو

ہے آسماں سایہ فگن سر پر مرے
بجھ جائیں گے سارے شرر، لاتقنطو

مشکل کُشا، ربِ جہاں، میرا خدا
ہوگی یہاں اک دن سحر، لاتقنطو

وہ ڈھالتا ہے آگ کو گلزار میں
مالک مرا ہے باخبر، لاتقنطو

مٹی مری کو ڈھالتا ہے اس طرح
دے کر ہنر، وہ کوزہ گر، لاتقنطو

اب کس لئے ہو غمزدہ بیٹھے یہاں؟
وہ پونچھتا ہے چشمِ تر، لاتقنطو

بابرؔ خزاں رت میں اسی کے حکم سے
ہیں جاگتے برگ و ثمر، لاتقنطو

*لاتقنطو: غم نہ کر

نورِ کُل

(سورہ نور، آیت 35 کی تفسیر)

وہ نورِ کُل ہے جو پھیلتا ہے چہار جانب
وہ نُور اپنا اچھالتا ہے چہار جانب

وہ نور اوپر ہے نور ایسا صناعِ کُل کا
کہ اپنی کرنیں وہ بھیجتا ہے چہار جانب

وہ نور ایسا کہ طاقچے میں چراغ جیسا
فانوسِ روشن سے جھانکتا ہے چہار جانب

ستارگاں سے ہے قمقموں میں چراغِ اعلیٰ!
کہ ذرہ ذرہ اجالتا ہے چہار جانب

دیارِ شب میں کھلا یہ بابرؔ کہ تیرگی میں
یہ نورِ اللہ ہی راستہ ہے چہار جانب

ہے میرا رب میرے قریں، حَبْلِ ورید سے*
وہ بولتا ہے دل نشیں، حَبْلِ ورید سے

میں نے اسے کہیں سے بھی آواز دی اگر
فوراً وہی، بولا وہیں، حَبْلِ ورید سے

میں ڈھونڈنے اس کو چلا، آخر مجھے ملا
وہ کبریا، دل کا مکیں،، حَبْلِ ورید سے

کس اوڑ سے اے روشنی! تیرا ملے پتہ؟
آئی صدائے بالیقیں، حَبلِ ورید سے

بابرؔ چلو کہ مانگتے ہیں احترام سے
اک گوشۂ عرش بریں، حَبلِ ورید سے

*حبل ورید: شہ رگ

چشمِ تر میں آبسا، وہ رہ نما، وہ بادباں
میرے جسم و جاں کا واحد آسرا، وہ بادباں

جب کبھی کشتی مری طوفاں کی زد میں آگئی
تب امیدوں کی ہوا لے کر کھلا، وہ بادباں

ایک ستارہ رات کو دیکھا تھا میں نے خواب میں
نور کی پھر کہکشاں میں ڈھل گیا وہ بادباں

زندگی کے آخری جب غار میں گرنے لگا
بانہیں کھولے تھا کھڑا، سب کا خدا، وہ بادباں

دل کے بابِ طاق میں جب بجھ رہا تھا ایک دیا
آ گیا مشکل کشا، وہ کبریا ، وہ بادباں

درد کی بانہوں میں ارمان سجا دیتا ہے
زندگی کرنے کے سامان سجا دیتا ہے

کشتیِ دل کو سمندر کے حوالے کر کے
پھر کناروں کے وہ امکان سجا دیتا ہے

وہ ہے صناعِ ازل، کلمۂ کُن کہتا ہے
اور پھر خاک سے انسان سجا دیتا ہے

بہرِ تسکین اگر اُس کو پکارا جائے
راستے پل میں وہ آسان سجا دیتا ہے

اس سے ہر حال میں ڈرتے ہوئے رہنا بابرؔ
ایک لمحے میں وہ طوفان سجا دیتا ہے

مجھ کو اپنے حصار میں رکھنا
چاندنی کے غبار میں رکھنا

میری ہستی ہے رائیگاں مالک
پھر بھی اپنے شمار میں رکھنا

تیری رحمت ہے آسرا میرا
اب اسی کے خمار میں رکھنا

مجھ کو مالک نہ کو بکو کرنا
روشنی کے دیار میں رکھنا

خاکِ طیبہ میں گوندھ کر مجھ کو
پھر وہیں اک دِوار میں رکھنا

میں ترے در کا ہوں گدا مولا
مجھ کو اپنی قطار میں رکھنا

تیرا ملنا بہار کی مانند
جُستجوئے بہار میں رکھنا

بابِ کعبہ ہی مانگتا جاؤں
مجھ کو ہر دم پکار میں رکھنا

سرکشی پر ہوائیں مائل ہیں
اپنے بابر کو ڈار میں رکھنا

وحدہٗ لاشریک

اے دیارِ روشنی کے مکیں!
لیسَ کَمِثلِہٖ * کے نگیں!!
تجھ سا کوئی ممکن نہیں
اے خالقِ آسمان و زمیں!
جہاں بھی پکاریں تو ہے وہیں
تجھے تو کسی کی ضرورت نہیں!
ہمیں ہے یقیں!
اے دیارِ روشنی کے مکیں!

سرِ عرشِ بریں۔۔۔ایک نورِ حسیں!

نہ تُو ہے کسی سے۔۔۔نہ تجھ سے کوئی!

آ گہی یہ ملی!

ہمیں ہے یقیں!

اے دیارِ روشنی کے مکیں!

لَیسَ کَمِثلِہٖ کے نگیں!!

*تجھ کوئی ممکن نہیں

گرد گارِ دو عالم ساجدین میں رکھنا
اے محیطِ کُل، مجھ کو شاکرین میں رکھنا

مُسرفین کے سائے سے بچا مرے مالک!
نہ زمین زادے کو غابرین میں رکھنا

اے خدائے بحر و بر، رحم کر، عنایت کر
نہ مرا مقدر تو خاسرین میں رکھنا

چارہ گر، تمہی ٹھہرے ہست و بود کے مالک
خالقا! نہ یہ مٹّی صاغرین میں رکھنا

دستگیر میرے، بس حرفِ آخری سُن لے
میرا نامۂ ہستی صادقین میں رکھنا

اُسے میں نے ستارے کی طرح دیکھا
کبھی اس کو شرارے کی طرح دیکھا

کبھی پایا اُسے اک خواب کی صورت
کبھی اُس کو نظارے کی طرح دیکھا

سفینہ بھی اسی نے تھام رکھا ہے
جسے ہم نے کنارے کی طرح دیکھا

وہ نُورِ کُل جو آنکھوں سے پیمبرؐ نے
بلانے پہ سپارے کی طرح دیکھا

خُدا جن سے بگڑ جائے اُنہیں ہم نے
خلاؤں میں غبارے کی طرح دیکھا

فسردہ ہو، بجا ہے، یہ تو بتلاؤ!
کبھی اُس کو سہارے کی طرح دیکھا؟

تیرا جلوہ سدا نا مختتم پایا
سدا تجھ کو کنارے کی طرح دیکھا

سحر آثار پہ غالب تمھی تم ہو
شبِ خُونبار پہ غالب تمھی تم ہو

یہ اقرار و رضا بھی تم سے قائم ہیں
مرے انکار پہ غالب تمھی تم ہو

تمھی اِک کلمۂ کُن سے جگاتے ہو
قضا و دار پہ غالب تمھی تم ہو

تمھی آ کے بچاتے ہو نشانے سے
اُٹھی تلوار پہ غالب تمھی تم ہو

مری ہر جیت کا باعث تمھی ٹھہرے!
مری کُل ہار پہ غالب تمھی تم ہو

تمھی مجھ کو لگاتے ہو کناروں پر
مری پتوار پہ غالب تمھی تم ہو

جو اس من کی صراحی سے ٹپکتے ہیں
اُنھی ادوار پہ غالب تمھی تم ہو

تمھی تو نُطق با بَر پہ اُترتے ہو
لبِ لاچار پہ غالب تمھی تم ہو

اے خدائے مکاں!

پاسبانِ زماں!
تُو نے کھائی قسم
پارہ پارہ ہوا
عزمِ ابلیس کا
اے خدا!!
اسپ تازی جو آندھی اور طوفان ہیں
ہاں اُنہی کی قسم!!
جن کی ٹاپوں سے اُگتی ہیں چنگاریاں

جو بگولوں کی صورت ہیں ہر دم رواں
سٹپٹانے لگی کافروں کی سپاہ
جو صفِ دشمناں پر پڑے ٹوٹ کر
تو نے کھائی قسم!!
جلتے سورج سے اٹھتی تپش کی قسم
اور بڑھتی ہوئی تیرگی کی قسم
آسماں کی قسم!!
چاندنی کی قسم!!
تیری قسموں سے لرزاں زمانہ ہوا
دورِ ظلمت کا قصہ فسانہ ہوا
کوہساروں کا سینہ دہلنے لگا
تو نے کھائی قسم!!
دورِ حاضر کے سینے جو سنگلاخ ہیں
ہاں انہی کے لئے
اب کوئی اور ہی ایسی اترے قسم
کہ پہاڑوں کا سینہ دہلنے لگے
میرے سینے کا لاوہ پگھلنے لگے
اے خدائے مکاں!
پاسبانِ زماں!!

ممکنات

خاک پہ تارہ ہو سکتا ہے
اشک بھی پارہ ہو سکتا ہے
بوند کا دھارا ہو سکتا ہے
محل بھی گارہ ہو سکتا ہے
ہجر پہ چارہ ہو سکتا ہے
شہد بھی کھارا ہو سکتا ہے
صبر میں نعرہ ہو سکتا ہے
بام پہ ہارا ہو سکتا ہے
کام یہ سارا ہو سکتا ہے
گر تو مالک ساتھ ہو میرے!!

میرے فن کو کمال دے سائیں
کہنہ سوچیں اُجال دے سائیں

دل میں دنیا سمائے پھرتے ہیں
دل سے دنیا نکال دے سائیں

آن پہنچے ہیں ہاتھیوں والے
چند کنکر اُچھال دے سائیں

تو مجھے چاک پر گھما پھر سے
اپنی مرضی میں ڈھال دے سائیں

اب بھی سقراط ہے پسِ زنداں!
زہر پیالے میں ڈال دے سائیں

مجھ کو اپنے حصار میں رکھ کر
بس تو رزقِ حلال دے سائیں

کاسۂ جاں تو ہو چکا خالی
روشنی اس میں ڈال دے سائیں

منجمد ہو گیا ہے دل بابرؔ
اب اسے تو دھمال دے سائیں

زمانے کو خبر ہونے سے پہلے
وہ واقف ہے سحر ہونے سے پہلے

وہی آکے بچا لیتا ہے مجھ کو
ستارے کے شرر ہونے سے پہلے

وہ کرتا ہے مرے دل میں بسیرا
مرے دل کو گُہر ہونے سے پہلے

مری جاں بھی کھنچی جاتی تھی گویا
ترے گھر کا سفر ہونے سے پہلے

درِ کعبہ تھا بے شک دور مجھ سے
عنایت کی نظر ہونے سے پہلے

مرے دل میں اندھیرا جا گزیں تھا
محبت کا اثر ہونے سے پہلے

مرے لب پہ ثنائے رب ہے بابرؔ
ہنر سے اور ہُنر ہونے سے پہلے

بستیاں چار سو جنگل میں بسانے کے لئے
بس وہی ذات ہی کافی ہے ٹھکانے کے لئے

وہ جو افلاک سے آگے تھا ستارہ روشن
فرش پر کاش کہ لے آتے گھرانے کے لئے

وہ مرا ربِ غنی خواجۂ لولاک ہے جو
عرش پر بیٹھا ہے ہر ایک زمانے کے لئے

جس نے اک بار اُسے دل سے پکارا ہے کبھی
اس کو آیا ہے مرا مولا بچانے کے لئے

بیٹھ کر اس کے لئے اشکِ ندامت ہی بہا
کچھ اگر پاس نہیں اس کو منانے کے لئے

تو نے اخلاص سے بابرؔ جو کہی حمدِ خدا
کیا ہے اب اس کے سوا اور سنانے کے لئے

میثاقِ الست

مجھے یاد ہے مرے خالقا!
عرفات کا تھا جو واقعہ
مجھے یاد ہے مرے خالقا
مری چشمِ غافل تھی جاگتی
میں وہاں تھا خود بھی کھڑا ہوا
کہ حرفِ کُن کے کمال سے
جہاں پشتِ آدمؑ کا در کھلا
اک غبارِ نوری تھا جا بجا
وہ غبارِ نوری کُشا ہوا

وہ نجانے کیسا تھا قافلہ
کہ حدِ نگاہ تک تھا سلسلہ
وہ ارواحِ عالم کا جمگھٹا
تھا حساب و گنتی سے ماورا
وہ نگاہِ کم تر سے بے کراں
وہ ارواحِ عالم کا قافلہ
مجھے یاد ہے مرے خالقا
جب سکوت چھایا تھا جا بجا
پھر صدائے حق تھی اُٹھی وہاں
اَلَستُ بِرَبِّکُم * کا تھا امتحاں
پھر بَلٰی بَلٰی ** کی اُٹھی صدا
مجھے یاد ہے مرے خالقا
وہی عہد مجھ میں ہے جاگتا
مجھے یاد ہے مرے خالقا

* کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں

** ہاں، ہاں

اساسِ کائنات

دلوں میں جب سمائے گالاَ اِلٰہَ اِلا اللہ
جہنم سے بچائے گالاَ اِلٰہَ اِلا اللہ

ترازو میں زمین و آسماں رکھ دو
تو پلڑے کو جُھکائے گالاَ اِلٰہَ اِلا اللہ

اسی کے سوز کی جھلمل جبینوں میں
خودی کو جگمگائے گالاَ اِلٰہَ اِلا اللہ

رسولِ ہاشمی اس کی کڑی ٹھہرے
مجھے طیبہ دکھائے گا لاَ اِلٰہَ اِلا اللہ

دہل اُٹھا پہاڑوں کا وسیع سینہ
بھلا کیسے اُٹھائے گا لاَ اِلٰہَ اِلا اللہ

کلامِ آخری سن لو مرے بابرؔ
چراغِ جاں جلائے گا لاَ اِلٰہَ اِلا اللہ

اُس کی ثنا سے ذات ہے قاصر
حرف و معانی بات ہے قاصر

مجھ کو خدا گر بام پہ رکھ دے
کیسے ہرائے، مات ہے قاصر

دن کا اُجالا پھوٹتا اُس سے
اس کے بنا یہ رات ہے قاصر

نیلے گگن پر پھیلتے بادل
کالی گھٹا برسات ہے قاصر

اس کی عطا جو اُٹھ جائے بابرؔ
جود و سخا سے ہات ہے قاصر

روشنی کا جہاں کِسوَۃُ الکَعبَہ * ہے
تیرگی میں عیاں کِسوَۃُ الکَعبَہ ہے

میں اسے دیکھتے ہی تڑپ جاؤں گا
میرے دکھ کی زباں کِسوَۃُ الکَعبَہ ہے

کل براہیمؑ نے بھی چھوا تھا اسے
وہ جگہ اب جہاں کِسوَۃُ الکَعبَہ ہے

پوجتے تھے اندھیروں کو منکر جہاں
نورصورت وہاں کِسوَۃُ الکَعبَہ ہے

نور کے قافلے ہیں اترتے میاں!
رحمتوں کا نشاں کِسْوَۃُ الْکَعْبَہ ہے

اب تو بابر چلو کہ زمیں تنگ ہے
کہ نیا آسماں کِسْوَۃُ الْکَعْبَہ ہے

* کسوۃ الکعبہ: غلافِ کعبہ

میرا خدا
سب سے بڑا

ربّ غنی
وہ کبریا

ممکن نہیں
اس کی ثنا

سب کی سنے
حاجت روا

کرنا مدد
مشکل کشا

سارا جہاں
تیری عطا

صرفِ نظر
روزِ جزا

اپنی نظر
مجھ پہ ذرا

مجھ کو دکھا
غارِ حرا

خاکِ نجف
مسکن بنا

ربِ سخن
سن لے صدا

کھائیں ترا
شاہ و گدا

رحمت تری
سب سے جدا

میری طلب
راہِ ہُدیٰ

محوِ دعا
بابرؔ ترا

حمد ہے آفتاب کا منظر
جلوۂ بے نقاب کا منظر

لفظ اس کو سمو نہیں سکتے
وہ ہے کھلتے گلاب کا منظر

وہ جو چاہے اجال کر رکھ دے
میری چشمِ خراب کا منظر

واہموں کو سمیٹ لے مالک
نوچ لے یہ سراب کا منظر

تیری رحمت سے پل میں ٹل جائے
لمحہ لمحہ عذاب کا منظر

بستیوں میں چراغ جل جائیں
ٹانک دے تشنہ خواب کا منظر

حمد کہنا قرآن سے بابرؔ
سب سے اعلیٰ کتاب کا منظر

فکروفن سے نکھارتا پتھر
چاند چہروں میں ڈھالتا پتھر

فیل بانوں، مراخداوہ ہے
لشکروں پر اتارتا پتھر

کون ہو گا بلالِ حبشی سا
کاش اس کو نہ مارتا پتھر

حجرِ اسود سا میں اگر ہوتا
نام تیرے میں وارتا پتھر

قلبِ بابر پہ اک نظر کرتا
دل کا میرے اجالتا پتھر

یہ کیسی چار سو پھیلی خدا کی روشنی
ہے مجھ کو تو بہت حمد و ثنا کی روشنی

زمانے میں ہے اس کے دم قدم سے روشنی
مجھے لادو میاں، مشکل کشا کی روشنی

بدن کی ناؤ بہتی ہے اندھیروں میں سدا
ہمارے ساتھ چلتی ہے فنا کی روشنی

میں کب کا دب چکا ہوتا طلب کے بھار میں
بچا کر لے گئی جود و سخا کی روشنی

نجانے کب فنا ہوگی یہ اندر کی گھٹن
میں کتنی پی چکا کرب و بلا کی روشنی

یہ ہم پر اب کھلا بابر کہ سرِ زندگی
نہیں کچھ اور بس حاجت روا کی روشنی

قیوم و قائم عظیم میرے!

میں سوچتا ہوں، میں کانپتا ہوں
وہ کیسا منظر عجیب ہوگا!!
وہ لمحہ جب کہ حساب ہوگا
وہ لمحہ ہیبت کی لہر بن کر
وہ لمحہ جاڑے کا پہر بن کر
وہ لمحہ ہونی کا قہر بن کر
مری رگوں کو یوں کھینچتا ہے
کہ موم صورت پگھل کے تن من

خود اپنی آنکھوں میں پھیلتا ہے
پھر سوچتا ہوں، میں کانپتا ہوں
وہ کیسا منظر عجیب ہوگا!!
رحیم وارحم، عزیز میرے!
قیوم وقائم، عظیم میرے!
جو تونے بخشی ہے فہم مجھ کو
اسی کے صدقے
میں عرش اعظم کو دیکھتا ہوں
وہ عرش ایسا کہ پانیوں پر محیط ہے جو
وہ عرش ایسا کہ جس کے اوپر ہے تیری ہستی!!
قیوم وقائم، عظیم میرے!
جو تونے بخشی ہے فہم مجھ کو
اسی کے صدقے
میں دیکھتا ہوں
وہ کیسا منظر عجیب ہوگا
کہ سامنے جب حبیب ہوگا!
وہ کیسا منظر عجیب ہوگا
وہ آسماں کی بلندیاں اور
زمین، مٹی، شجر یہ سارے

جہانِ کُل کے یہ پانیوں کو

ارواحِ عالم کے قافلوں کو

جب انگلیوں پہ تو رکھ کے اپنی

جلالِ قدرت سے پھر کہے گا

میں بادشاہ ہوں جہانِ کُل کا!!

میں سوچتا ہوں، میں کانپتا ہوں!

چہار سو اک سکوت ہو گا

جلال و ہیبت کے طنطنے سے

پھر ان کے چہرے بھی زرد ہوں گے

کبھی نہ تجھ کو جو مانتے تھے

خیال صورت ہی جانتے تھے!!

میں سوچتا ہوں، میں کانپتا ہوں!

وہ کیسا منظر عجیب ہو گا!!

مرا مالک دعا محفوظ رکھتا ہے
وہ محنت کا صلہ محفوظ رکھتا ہے

ندامت کے جو اشکوں سے جلایا ہو
وہ ایسا ہر دیا محفوظ رکھتا ہے

وہ لوحِ جاں پہ لکھ دیتا ہے لفظوں کو
وہ اس ڈھب سے صدا محفوظ رکھتا ہے

مرے پیچھے مری ماں کی دعائیں ہیں
مجھے ہر پل خدا محفوظ رکھتا ہے

دعا کا سلسلہ ٹوٹے تو کیا غم ہے
کہ وہ ٹوٹا سرا محفوظ رکھتا ہے

خدا کا آسرا بابر عصا جیسا
جو سانپوں سے سدا محفوظ رکھتا ہے

اب کہیں کا بھی نہ چھوڑا میری وحشت نے مجھے
دور حد سے کر دیا تھا میری جنت نے مجھے

تو نے ہی مجھ کو سنبھالا جب بھی میں اڑنے لگا
کب اڑایا ورنہ بال و پر کی طاقت نے مجھے

اس کہانی میں جو زندہ ہوں تو ہے تیرا کمال
گر بچایا ہے تو یا رب تیری نسبت نے مجھے

تم ہدایت کے چراغوں سے اجالو تن بدن
بس دیا تھا یہ سبق قرآں کی آیت نے مجھے

ہر شبِ تیرہ کی بابرؔ ہوتی ہے لازم سحر
اس گمانِ صبح میں رکھا ہے رحمت نے مجھے

وہ روشنی کے دریچوں کھولنے والا
وہ تیرگی میں ستاروں کو گھولنے والا

فرازِ طُور پہ کیسا عجیب منظر تھا
چہار سو تھا ترا نور بولنے والا

وہ جب بھی چاہے تو ذروں کو آسماں کر دے
وہ زیرِ خاک ستاروں کو رولنے والا

اگر وہ چاہے تو کم تر کو معتبر کر دے
وہ سنگ ریزوں کو ہیروں میں تولنے والا

ملا ہے ہم کو جو بابر جہانِ لرزیدہ
خلا میں حکم سے اس کے ہے ڈولنے والا

اشکِ شبنم

سمندروں کو سمیٹنے والو
طنابِ دوراں لپیٹنے والو
نظامِ ہستی کو کھوجنے والو
ردائے جاں کو بکھیرنے والو
نئے جہانوں کو ڈھونڈنے والو
گیسوئے شب سنوارنے والو
شب میں سورج نکالنے والو
خشت و گِل کو نکھارنے والو

فرازِ کوہ کو پھلانگنے والو

عقدۂ مشکل کو کھولنے والو

خیمۂ گردوں میں جھانکنے والو

اشکِ شبنم کو جانچنے والو

عرش والے کو بھولنے والو

یہ یاد رکھنا۔۔۔!!

جہاں جہاں پہ ہو بے بسی سی!

وہیں وہیں پہ خدا کھڑا ہے!!

صناعِ گل نے ہے تاروں میں کہانی رکھی
چادرِ شب میں نہاں اپنی نشانی رکھی

کوزہ گر نے ہی مری خاک سے ڈھالے آنسو
چشمۂ دل میں اسی نے ہے روانی رکھی

جس نے تسکین کی دولت سے نوازا مجھ کو
پھر اسی نے ہی مرے دل میں گرانی رکھی

وہی لاتا ہے سمندر سے اٹھا کر بادل
رِیت بارش کی نئی رت میں سہانی رکھی

کیوں نہ پھر شکر بجا لائے اسی کا بابر
اس نے ہی فن میں مرے شعلہ بیانی رکھی

تپتے ہوئے صحراؤں پہ بادل کی طرح ہے
چٹخے ہوئے ہونٹوں پہ تو چھاگل کی طرح ہے

ہم تیرے سہارے پہ جئے جاتے ہیں ورنہ
اس دور میں ہر کوچہ تو مقتل کی طرح ہے

رب ہے مرا ایسا کہ وہ خوشبو کا جہاں ہے
اللہ کو جو سوچو تو صندل کی طرح ہے

وہ بھید کے پردے میں بھی سورج سا کھڑا ہے
تابندہ و روشن سا وہ جنگل کی طرح ہے

وہ رب ہے مرا اور برستا ہوا بادل
وہ ماؤں کے پھیلے ہوئے آنچل کی طرح ہے

اس کو درِ کعبہ پہ بلا لے مرے مولا
بابرؔ تو ترے ہجر میں پاگل کی طرح ہے

کوئی تو ہے ان ستاروں سے پرے
شام کے بجھتے کناروں سے پرے

جب پکارا تو چلا آیا ادھر
بدر میں تھا وہ سواروں سے پرے

حجرۂ دل میں وہ پھولوں کو کھلائے
سرد راتوں میں بہاروں سے پرے

اس کو پانا ہے تو خود کو رکھنا ہے
خود تراشیدہ سہاروں سے پرے

اس کو بابرؔ ڈھونڈنا ہے ڈھونڈ لو
شرک کے اونچے چناروں سے پرے

ہے خدا اسی پہ ہم اعتبار کرتے ہیں
اس کے ذکر سے دل کو لالہ زار کرتے ہیں

اس کی نعمتوں کی تو گنتی ہو نہیں سکتی!
صبر و شکر کو چل کر ہم شمار کرتے ہیں

اے خدا، بھلا تجھ کو ہم نے کب یہاں دیکھا
ہم تو بس بنا دیکھے تجھ سے پیار کرتے ہیں

کب مرے خدا ہو گی حاضری ترے در پر؟
ہم بہ چشمِ تر ہر پل انتظار کرتے ہیں

اس نے جو ہمیں بابرَ راستہ دکھایا ہے
زندگی میں اس کو ہی اختیار کرتے ہیں

مرے ہر درد کے تم ہی مسیحا ہو
اندھیری رات میں روشن ستارہ ہو

مرے گھر میں ہوا تم سے ہی آتی ہے
مرے آنگن کا واحد تم دریچہ ہو

مرے اندر طلب زر کی نہیں باقی
تمھی مل جاؤ کہ تم ہی مداوا ہو

تمھی سے سانس آتی ہے مرے مالک
تمھی سانسوں کی ڈوری کا سہارا ہو

یہ اوجِ غم مرے آگے نہیں کچھ بھی
کبھی دل کی خوشی کا استعارہ ہو

بہت کچھ کھو کے جینے کا ہُنر آیا
مرے خالق، ذرا ٹکن وہ دوبارہ ہو

مجھے شب بھر کوئی آواز دیتا ہے
یوں لگتا ہے مجھے تم نے پکارا ہو

چلو بابرؔ کہ کشتی سے اُتر جائیں
یہیں اے زندگی! شاید کنارہ ہو

کبھی تم نے اسے سوچا

زمیں زادے!!
کبھی تم نے اسے سوچا
کہ جس کے نام کا سکّہ
سبھی دنیا کے بازاروں میں چلتا ہے
وہ جس کے نور کا سورج
پسِ فانوس جلتا ہے
وہ ربِ کُل
سرِ آئینہ خاکی ہُنر تشکیل کرتا ہے

زمیں زادے!!

کبھی تم نے اسے سوچا

طوفانِ نوحؑ میں ہر پل

جو کشتی کا محافظ تھا

جو عیسیٰؑ کی صلیبوں میں

جو موسیٰؑ کی حفاظت میں

جو یوسفؑ کو بچانے میں

جو طائف کے پہاڑوں میں

جو غاروں کی فضاؤں میں

ہمیشہ ساتھ تھا ہر پل

زمیں زادے!!

اگر تم نے نہیں سوچا

تو کس کے منتظر تم ہو؟

خسارہ ہی خسارہ ہے

زمیں زادے

ذرا سی دیر باقی ہے

یہ مہلت ختم ہونے میں

ضمانت ضبط ہونے میں

زمیں زادے!!

جہانِ زندگی کی آخری ساعت
اسی کے نام کرتے ہیں
اسی کو یاد کرتے ہیں!!

اب کہاں ایسے دیدہ ور لوگو
رب کو لے آئیں اپنے گھر لوگو

مانگنا بھی کمال ہوتا ہے
سب کو آتا نہیں ہنر لوگو

کیا کبھی بھی خدا نہیں دیکھا؟
دیکھنا صحن میں شجر لوگو

اسمِ اعظم سے ابتدا کرنا
دیکھنا بات کا اثر لوگو

طاقِ دل میں چراغ جلتے ہیں
تذکرہ ان کا ہو جدھر لوگو

قمقمے نور کے اترتے ہیں
جس جگہ پر جھکے نظر لوگو

قافلہ جو حجاز جاتا ہے
اس پہ قرباں سبھی سفر لوگو

بحرِ عصیاں سی زندگی بابرؔ
کاش مکّے میں ہو بسر لوگو

دان کر تو پُن کبھی
ان کہی بھی سن کبھی

بال و پر فضا میں ہیں
پھر سے ان کو بُن کبھی

زندگی ہے منتشر
پھونک دے تو کُن کبھی

پھر دیے سے جل اُٹھیں
بھیجنا وہ دھن کبھی

کچھ نہیں ہے ذات میں
ٹانک دے تو گُن کبھی

دیکھنا کہ سوچ میں
لگ نہ جائے گُھن کبھی

نَحنُ الزّٰرِعُون* پڑھ
تیرگی بھی چُن کبھی

*ہم ہیں اُگانے والے۔۔۔سورۃ واقعہ

رت ہے سہانی، سب ہے فانی، یا اللہ
"کوئی نہیں ہے تیرا ثانی یا اللہ"

سب ہیں جلوے مالک تیری قدرت کے
روپ کی چادر جو ہے تانی یا اللہ

کُن کا کلمہ بے بس کو سکھلا دینا
گھر میں آئے روٹی پانی یا اللہ

کچّے آنگن بیٹی بیٹھی روتی ہے
چُنی اُس کو بھیجو دھانی یا اللہ

اپنے در پہ مالک مجھ کو بلوانا
دنیا تو ہے آنی جانی یا اللہ

دھوپ کا کُندن ہر سو تجھ سے پھیلا ہے
نیلے پربت، رات کی رانی، یا اللہ

سمے کی اونچی سیڑھی پر تو بیٹھا ہے
سب کا بابرؔ دلبر جانی یا اللہ

فرازِ آسماں سے یہ اترتی شام کی رم جھم
حقیقت میں یہ لگتی ہے ترے اکرام کی رم جھم

پسِ مضرابِ دل یہ روشنی اک راگنی بن کر
مسلسل رقص کرتی ہے یہ کس کے نام کی رم جھم؟

اگر ہم جنگلوں کے پُر خطر رستوں میں کھو جائیں
ہماری رہنما ہے یہ ترے الہام کی رم جھم

یقیناً ہو گیا وہ کامران و جاوداں آخر
جسے بھی مل گئی توحید کے اس جام کی رم جھم

ہے بابرؔ بھی ترا بندہ، وہ آیا ہے ترے در پہ
میسر ہو اسے بھی بے کراں انعام کی رم جھم

جب بھی من کا چرخہ چلنے لگتا ہے
تارہ کوئی جھلمل کرنے لگتا ہے

میرا مالک فوراً او پر لے جائے
قسمت کا جب سورج ڈھلنے لگتا ہے

آ کر دیکھو مٹنا کس کو کہتے ہیں
شعلے پر پروانہ جلنے لگتا ہے

میرے خالق دل زندہ ہے، سو مجھ میں
ہاتھوں کو افسوس سے ملنے لگتا ہے

سب کا رازق دیکھو بابرؔ کیسا ہے
پتھر میں بھی کیڑا پلنے لگتا ہے

جس سے رشتہ بہت پرانا ہے
میری قسمت وہی ٹھکانہ ہے

اس سے میں کس لئے ڈروں صاحب
اب تو ٹھوکر میں یہ زمانہ ہے

جس کے دل میں خدا اتر جائے
اس کو ممکن کہاں ہرانا ہے

ساری ہستی ہے بلبلے جیسی
جس کا مبہم سا اک فسانہ ہے

چار جانب ہے بت کدہ بابرؔ
اسمِ اعظم سے اب گرانا ہے

تم بنا مانگے عنایت دیکھنا پھر سوچنا
اے مرے ہمدم عبادت دیکھنا پھر سوچنا

وہ تو خوشبو بن کے چاروں اوڑ ہے پھیلا ہوا
میرے مالک کی یہ نکہت دیکھنا پھر سوچنا

ہاں زمین و آسماں پر کون ہے جلوہ کناں؟
ہر جگہ اس کی حکومت دیکھنا پھر سوچنا

ہے در و دیوار پر پھیلی یہ کیسی چاندنی؟
ہر طرف بکھری تمازت دیکھنا پھر سوچنا

جو ہمیشہ گوش بر آواز ہے بابرؔ! سمیع
تم کبھی اس کی سماعت دیکھنا پھر سوچنا

سب دکھوں کا حساب رکھتا ہے
سارے رستے گلاب رکھتا ہے

کبھی دیتا ہے دھوپ کا صحرا
کبھی سر پر سحاب رکھتا ہے

کیسے کچے گھڑے پر کھل پائے
ظرف کس کا چناب رکھتا ہے

جو کبھی راز کی طرح ہے نہاں
وا کبھی وہ نقاب رکھتا ہے

ہر نفس آگہی عطا کر کے
ہر قدم پر سراب رکھتا ہے

وہ حکیم و بصیر ہے بابرؔ
عظمتیں بے حساب رکھتا ہے

اب دکھا راستہ خالقِ شش جہاں
رک گیا قافلہ خالقِ شش جہاں

آسماں سے کوئی بھیج دے پھر مدد
ہے بپا معرکہ خالقِ شش جہاں

اپنی رحمت کے صدقے عطا کر ہمیں
اک نیا حوصلہ خالقِ شش جہاں

آشیانے کے تنکے ہوا میں اڑے
گر چکا گھونسلہ خالقِ شش جہاں

میرے خیموں میں داخل ہوئی تیرگی
بھیج دے اک دیا خالق شش جہاں

ان زمان و مکاں کی حدوں سے پرے
نہ کوئی دوسرا خالق شش جہاں

ایک ننھا دیا سورجوں سے لڑے
ہے ترا آسرا خالق شش جہاں

تو ہی سب کی سُنے اور کس سے کہوں؟
جُز ترے ماجرا، خالق شش جہاں

پھول پتے بکھر کر ہوئے راکھ سے
میرے مشکل کُشا خالق شش جہاں

چشمِ گردوں نے دیکھا مرے دیس میں
ہر عجب سانحہ خالق شش جہاں

میری بستی میں لمبی گھنی رات ہے
کر سویرے عطا خالق شش جہاں

میرے اپنوں کے ہاتھوں میں تلوار ہے
پیش ہے کربلا خالقِ شش جہاں

آگ ایسی لگی کہ دلوں تک گئی
جس میں سب کچھ جلا خالقِ شش جہاں

اس جہاں میں تو پھر سے ذرا بھیج دے
میرے خیر الوریٰ خالقِ شش جہاں

اب تو بابر پہ کر دے کرم کی نظر
اے مرے کبریا، خالقِ شش جہاں

تمت بالخیر

خدا اور انسان کا رشتہ الفاظ کا رہین کبھی نہیں رہا کہ یہ ان کہی کی سیڑھی پر ان دیکھی صورت میں پروان چڑھتا ہے۔ جہاں خدا انسان سے محبت کا اظہار ازل سے کرتا چلا آیا ہے، وہیں انسان اُس کی لازوال محبت اور انمول احسانات کا شکرگزار رہا ہے اور اپنے احساسات کو پوری تکریم کے ساتھ کسی نہ کسی انداز میں پیش بھی کرتا چلا آ رہا ہے۔ انسان اپنی سوچ اور وسعت خیال کے تحت اپنی زبان میں خدا سے محبت کا اظہار اور اپنی ہویت اور اسباب کیلئے جذبہ تشکر پیش کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔

احمد سجاد بابر پختہ کار شاعر ہیں۔ ان کا مشاہدہ بہت مضبوط اور نتیجہ خیز ہے۔ ان کا بیان دلچسپ اور حسین ہے۔ ان کا زیرِ نظر حمدیہ مجموعہ ان کی خدا سے محبت، اپنے فن سے خلوص اور امت مسلمہ کے حقیقی کرب سے آراستہ ہے۔ انہوں نے اپنی علمی و عقلی استعداد کے مطابق استدلالی انداز اختیار کیا ہے جو قاری کو بسا اوقات چونکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ محبت کا قائل ہے اور خدا سے مخاطب کرتے ہوئے محبت کے ساتھ ساتھ اپنی فطری عقیدت سے بے نیاز نہیں ہوا اور یہی اس کا خاصہ ہے۔

دعا ہے کہ ان کی یہ عقیدت بھری کوشش دربار الٰہی میں قبولیت حاصل کرے اور ان کے لیے امتیاز کا باعث ثابت ہو۔

ناصر ملک

(شاعر، ادیب، محقق)

اردو سخن ڈاٹ کام

rdu Poetry Collection

Rida'ey Shab

er sitara

JHILMIL



Ahmad Sajjad Babar

وہ ذات بھی عجب ہے۔ ذہن رسا اُس تک پہنچنے سے عاجز ہے۔ فکر کا دائرہ در دائرہ بنتا چلا جائے اور کچھ بھی حیطۂ ادراک میں نہ آئے۔ وہ کون ہے؟۔۔۔وہ کیا ہے؟۔۔۔وہ کہاں ہے؟۔۔۔ادھر اُدھر بھٹکنے والی سرسری نظر کو باطن میں اترنے کے لئے ہزار سالوں پر محیط یکسوئی کا ایک لمحہ چاہئے کہ جو ایقان پر معمور یہ لمحہ کسی پر وارد ہو جائے تو پراسرار حقیقتوں کے ان گنت باب کھلنے لگتے ہیں۔ گم شدہ رازوں کے کتنے ہی سراغ ملنے لگتے ہیں اور سب کچھ شفاف آئنہ جیسا روشن ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ریاضتیں ہر ایک کا مقدر نہیں ہوا کرتی ہیں۔ یقیناً اس کے لئے کچھ خاص منتخب ہوا کرتے ہیں۔

احمد سجاد بابر کے باطن پر ہزار سالوں پر محیط لمحہ اس کم عمری میں کھل چکا ہے۔ وہ خوش بخت ہے کہ ابتدا ہی میں اس کو وہ راستہ مل گیا ہے جو راستی کی منزل کو جا رہا ہے۔ وہ رازِ حقیقت کا شناور ہے۔۔۔سوالوں کے گرداب سے خود کو بچا کر باطن کی تہہ میں اترنے کی تگ و دو میں ہے۔ اس کا ایقان آئنہ دل کو شفاف کر چکا ہے۔ جس میں وہ ذات اپنی صفات سمیت جھلک رہی ہے۔ وہ اس روشنی سے اپنے فکر و فن کو اجال رہا ہے۔ وہ اپنے قلم سے حمد و ثنا کے روشن حرف لکھ رہا ہے۔

وہ شکر گزار ہے کہ اسے ذہن و دل کی دولت عطا کی گئی۔ فہم و ادراک سے نوازا گیا۔ وہ اس مجموعے میں خود احتسابی کے عمل سے گزرتے ہوئے خواہش مند ہو رہا ہے کہ حرف و معانی کے تسلسل میں خدا کی رضا شامل ہو جائے۔ اس کے فکری سرمائے میں خیر و برکت کا سامان ہو جائے۔ احمد سجاد بابر کی پہلی کتاب ''ردائے شب پر ستارہ جھلمل'' دراصل ان کے طویل سفر کی ابتدا ہے۔ جو ان کی محبت، تلاش، جستجو کی آئنہ دار ہے اور ان کے سچے کھرے باطن کی روداد بھی، ان کی شاعری عمدہ بُنت، مضبوط لفظیات اور اچھوتے مضامین کا ایک طاقتور استعارہ ہے جو مسحور کر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔۔۔۔اگرچہ وہ شاعر ہے، افسانہ نگار ہے، ادب کا پارکھ بھی۔۔۔۔مگر اس مجموعے میں وہ صرف اور صرف شکر گزار بندہ ہے۔ جو اپنی تخلیق کا جواز جانتے ہوئے خالق کی پہچان میں اپنی فکر کو مرکوز کیے، حرف ثنا لکھ رہا ہے۔ یقیناً اس کے لئے وہ منتخب کیا گیا ہے اور اس پر خدائے عز و برتر نے اپنے کرم کا سایہ کیا ہے۔ میں اس کی کامیابیوں کے لئے دعا گو ہوں اور رہوں گی!!

سائرہ غلام نبی

تجزیہ نگار، ناول نگار، ڈراما نویس (ہیڈ آف سکرپٹ، ہم ٹی وی نیٹ ورک، کراچی)

سابق مدیر خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ

PKRs.300

Cell# 0302-7844094
urdusukhan@hotmail.com
Art Land's Presentation
Read Online...
www.urdusukhan.com

مکتبہ فکر و دانش
35۔ الحمد پلازہ، اردو بازار، لاہور۔ پاکستان
آرٹ لینڈ گرلز کالج روڈ چوک اعظم